غزل - ۱۰

بدیع الزماں خاورؔ

ولادت: ۱۹۳۸ء وفات: ۱۹۹۰ء

بدیع الزماں خاورؔ کا اصلی نام بدیع الزماں پرکار ہے۔ وہ کوکن کی ایک مردم خیز بستی بان کوٹ ضلع رتنا گری میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد محمد ابراہیم صوفی بان کوٹی بھی شاعر تھے۔ خاورؔ کو اسکول کے زمانے ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ ابتدا میں خاورؔ بان کوٹی کے قلمی نام سے لکھتے رہے پھر بدیع الزماں خاورؔ ہو گئے۔ اُن کا پہلا مجموعۂ کلام 'حروف' ۱۹۷۲ء میں شایع ہوا اور وہ ایک جدید شاعر کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ ان کے اُردو کلام کے کل سات مجموعے شایع ہوئے جن میں 'بیاض' 'لفظوں کا پیرہن' اور 'سات سمندر' کے علاوہ وطنی و قومی شاعری پر مشتمل 'میرا وطن ہندوستان' اور کوکن سے متعلق گیتوں اور نظموں کا مجموعہ 'امرائی' شامل ہیں۔

خاورؔ کو مراٹھی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ اُنھوں نے مراٹھی کی قدیم و جدید شاعری کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور مراٹھی میں بھی غزلیں کہی ہیں۔ مراٹھی سے ترجمہ کردہ شاعری کے مجموعوں 'خوش بو' اور 'سبیل' کے علاوہ مراٹھی زبان و ادب پر اُن کے مضامین کا مجموعہ 'مہاراشٹر کی ادبی و تہذیبی قدریں' شایع ہو چکا ہے۔ اُن کی مراٹھی غزلوں کے دو مجموعے بھی منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

خاورؔ کی کئی کتابوں پر اُنھیں مہاراشٹر اردو اکادمی کے علاوہ دیگر ریاستوں کی اُردو اکادمیوں نے بھی ادبی انعامات سے نوازا۔ وہ داپولی ضلع رتنا گری کے نیشنل اُردو ہائی اسکول میں ٹیچر تھے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

خاور کی غزل کی یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ اس میں ردیف بہت مختصر (مجھے) ہے جس کی مناسبت سے قافیے لاکر ہر شعر میں نئی بات کہنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پہلے شعر میں حضرت آدمؑ سے اپنا سلسلۂ وجود جوڑ کر بھی ہر لمحہ خود کو تازہ تر محسوس کرنے کی بات کہی گئی ہے کیوں کہ ہر نیا پل نئی آرزوؤں اور نئی اُمیدوں کو ساتھ لاتا ہے۔

دوسرے شعر میں رات کی تنہائی اور خوف کی کیفیت کو ایک عذاب کہا ہے۔ اس شعر میں سایے کا رات کو جدا ہونا ایک مانوس خیال ہے جس سے شعر کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔ تیسرا شعر فطرت سے خود کو جوڑ کر ذات کو کاینات کے حوالے سے بیان کرنے کی کوشش ہے جب کہ چوتھا شعر اجتماعی اور شہری زندگی کی ہماہمی اور پرانی بستیوں کی جگہ نئی عمارتوں کے آجانے سے پرانے طرزِ زندگی کے حامل لوگوں کی شناخت اور پہچان کے کھو جانے کا المیہ پیش کرتا ہے۔ مقطع میں شاعر نے اپنی شہرت اور جدید تکنیکی ترقیوں کے سبب اُن کی تصویر کے دور دور تک پہنچنے کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ اس میں تعلی ہوتے ہوئے بھی تعلی کا احساس نہیں ہوتا۔

***

تازہ تر لگتا ہے ہر لمحہ وجود اپنا مجھے
کر چکا ہے ورنہ صدیوں قبل وہ پیدا مجھے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو دن کے ڈھلنے کا عذاب
میرے سائے نے بھی چھوڑا رات بھر تنہا مجھے

پھر رہا تھا بادلوں کی شکل میں تیرے لیے
پیاس کی شدت میں لیکن پی گئے صحرا مجھے

بلڈنگوں میں اپنے گھر کا کچھ نشاں ملتا نہیں
در بدر بھٹکا رہا ہے شہر کا رستا مجھے

لوگ خاورؔ آشنا ہیں، میرے چہرے سے وہاں
میری آنکھوں نے جہاں اب تک نہیں دیکھا مجھے